فضل حق، فضل رسول اور آزردہ



علامہ اسید الحق محمد عاصم قادری

فضل حق، فضل رسول اور آزردہ

اسید الحق محمد عاصم قادری

شدت پسندی اورنرم خوئی ، سخت مزاجی اور رحم دلی یہ متضاد صفات ہیں،مگر قرآن کریم نے اہل ایمان کی تعریف کرتے ہوئے ان کو بیک وقت ان متضاد صفات کا حامل قرار دیا ہے،اشداء علی الکفاراوررحماء بینہم، اقبال نے غالباً اسی آیت کے مفہوم کو شعری قالب میں ڈھالا ہے کہ

ہوحلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

رزم حق وباطل ہو تو فولاد ہے مومن

تیرہویں صدی کی جن تین عبقری شخصیات کا ہم ذکر کرنے جارہے ہیں ان میں یہ متضاد صفتیں اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ نظر آتی ہیں،ان تینوں حضرات کے باہم تعلقات ،بے تکلفی،مراسلت اور ایک دوسرے کے بارے میں تاثرات کو دیکھا جائے تو یہ ریشم کی طرح نرم نظر آتے ہیں،مگر جب یہی لوگ اپنی اس تمام تر نرمی کے باوجودرزم گاہ حق وباطل میں ہوتے ہیں تو ان کا قلم تیغ آبدار بن کر چمکتا ہے-

استاذ مطلق علامہ فضل حق خیرآبادی(ولادت:۱۲۱۲ھ /۱۷۹۷ ء -وفات:۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی(ولادت:۱۲۱۳ھ/۱۷۹۸ ء-وفات:۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ ء)صدرالصدورمفتی صدرالدین آزردہ دہلوی(ولادت:۱۲۰۴ھ/۱۷۸۹ ء- وفات : ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ ء) یہ تینوں اپنے زمانے میں علم وفضل کے گنج گراں مایہ تھے،ان کی تدریسی،تصنیفی،ادبی اور انقلابی خدمات کی ایک زریں تاریخ ہے-تینوں تقریباً ہم عمر ہیں،پیدائش کے اعتبار سے مفتی صاحب مقدم ہیں ،پھراستاذ مطلق اورآخر میں سیف اللہ المسلول ، جب کہ رخصتی میں استاذ مطلق مقدم ہیں،پھر آزردہ اور سب سے آخر میں سیف اللہ المسلول نے پردہ فرمایا-مولانا عبدالشاہد خاں شیروانی نے اس عجیب اتفاق کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مفتی صاحب استاذ مطلق سے آٹھ سال پہلے دنیا میں تشریف لائے اورتقریباً آٹھ سال بعدہی دنیا سے رخصت ہوئے-

ان تینوں عبقری شخصیات کے درمیان ایک سے زیادہ امور ایسے قدر مشترک تھے جو باہم یگانگت اور رشتہ

خلوص ومحبت کی بنیاد بن سکتے تھے، مثال کے طور پرہم یہاں چند باتوں کی طرف اشارہ کریں گے-

(۱) معقولات سے خاص شغف ،دلچسپی اور علوم حکمیہ میں گہری نظر ان تینوں حضرات میں قدر مشترک ہے-مفتی صاحب نے معقولا ت کی اعلیٰ تعلیم خود علامہ کے والد ماجد مولانا فضل امام خیرآبادی سے حاصل کی تھی،سیف اللہ المسلول نے فرنگی محل (جو اس وقت منقولات سے زیادہ معقولات کی درس وتدریس کا مرکز تھا)میں تکمیل علم کی تھی ، پھرمعقولات میں آپ کی مہارت اور دلچسپی کے ثبوت میںآ پ کا حاشیہ بر رسالہ میر زاہد پیش کیا جاسکتا ہے اور رہے استاذ مطلق تو وہ تو معقولات میں درجہ اجتہاد پر فائز تھے،بقول سرسید احمد خان"منطق وحکمت کی تو گویا انہی کے فکر عالی نے بناڈالی ہے"(۱)اور بقول منشی جعفر تھانیسری "علم منطق کے پتلے اور افلاطون وسقراط وبقراط کی غلطیوں کی تصحیح کرنے والے تھے"-(۲)

(۲)شعر گوئی،سخن فہمی،سخن سنجی اور اعلیٰ ادبی ذوق تینوں حضرات کی مشترک صفت ہے،عربی شعروادب میں استاذ مطلق کا جو پایہ ہے وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے،مفتی صاحب بھی عربی شاعری میں اعلیٰ دستگاہ رکھتے تھے،ان کا عربی، فارسی، اردو نمونہ کلام اور عربی و فارسی نثری شہ پارے سرسید احمد خاں نے آثار الصنادید میں درج کیے ہیں- (۳)

مفتی صاحب کی سخن فہمی اور سخن سنجی کے معیار کا اندازہ اس بات سے بھی لگایاجا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ استاذ مطلق نے اپنا ایک عربی قصیدہ مفتی صاحب کو ارسال کیا ،مفتی صاحب نے قصیدے کی تعریف کی ، اس کے جواب میں استاذ مطلق ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

آں چہ در وصف قصیدہ حائیہ ....خامہ مشکیں ختامہ شد باقتضائے قدردانی ہا وقدرافزائی ہا است سوائے آں جناب کسے نیست کہ بر او ایں متاع پیش کردہ شوم -(۴)

(ترجمہ:یہ جو کچھ قصیدہ حائیہ کے بارے میں آپ کے خامۂ مشکیں نے تحریر فرمایا ہے وہ آپ کی قدر دانی اور قدر

افزائی ہے،سوائے آپ کے اور کون ہے جس کے سامنے یہ سرمایہ پیش کرسکوں)

اردو شعروادب میں مفتی صاحب کا مرتبہ جگ ظاہرہے،استاذ مطلق غالباً اردو میں طبع آزمائی نہیں فرماتے تھے،مگر غالب جیسے مشکل پسند کو ٹھکانے کے شعر کہنے پر آمادہ کرنا علامہ ہی کا کارنامہ ہے (۵) بقول مولوی محمد حسین آزادغالب# کا موجودہ اردو دیوان علامہ اور مرزا خانی ہی کا انتخاب ہے-(۶)

سیف اللہ المسلول اعلیٰ' شعری ذوق کے مالک تھے،علم وفضل ، بزرگی ا ورخدا رسیدگی کے ساتھ ذرا شعر کا یہ رنگ ملاحظہ کریں،فرماتے ہیں:

تم جسے چاہو چڑھا لو سرپر
ورنہ یوں دوش پہ کاکل ٹھہرے
ہم جو چپ بیٹھیں تو کہلائیں سڑی
شیخ بیٹھیں تو توکل ٹھہرے
حسن الفاظ ہے کس حور لقا کا صدقہ
ہے یہ انداز سخن ،کس کی ادا کا صدقہ
پاؤں پھسلا تو دیا اس نے مرے ہاتھ میں ہاتھ
ید بیضا ہے یہاں لغزش پا کا صدقہ
یوں بہانے بھی نہ آنے کے بنا سکتے ہو
پر جوآنے ہی پہ آجاؤ تو آسکتے ہو(۷)

(۳)علامہ اور مفتی صاحب میں ایک رشتہ استاذ بھائی کا بھی تھا ، اولاً دونوں حضرات مولانا فضل امام خیرآبادی کے تلمیذ تھے،پھرخاندان ولی اللہی سے نسبت تلمذ رکھنے میں دونوں حضرات شریک ہیں-

(۴)شاہ اسماعیل دہلوی صاحب نے جب تقویۃ الایمان لکھ کر ہندستان میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے افکاروعقائد کو عام کرنا شروع کیا تو ان تینوں نے اس کے خلاف قلم اٹھایا،گویا "رد وہا بیت ' ' بھی ان تینوں حضرات کی مشترکہ دلچسپی کا موضوع ہے-

(۵)انقلاب ۱۸۵۷ء سے پہلے یہ تینوں حضرات سرکاری ملازمت سے وابستہ ہونے کے باوجود ۱۸۵۷ء میں انگریزی حکومت کے خلاف صف آرا ہوگئے،استاذ مطلق کے مجاہدانہ کردار سے سب واقف ہیں،علامہ کے اسی فتویٔ جہادپرمفتی صاحب نے بھی دستخط کیے ، جس کی پاداش میں نظر بندی اور جائداد کی ضبطی کا شکار ہوئے،انقلاب ۵۷ء میں استاذ مطلق کے شانہ بشانہ جہاد کرنے کے لیے سیف اللہ المسلول نے اپنے بیٹے کی طرح پالے ہوئے عزیزترین بھانجے اور شاگرد مولانا فیض احمد بدایونی کو علامہ کے ساتھ کردیا،چنانچہ علامہ کے مشہور فتویٔ جہاد پر مولانا فیض احمد بدایونی نے بھی دستخط کیے اور مردانہ وار جنگ آزادی میں حصہ لیا-

یہ تمام وہ امور مشترک ہیں جو ان تینوں حضرات کومزاج ومذاق، مسلکی میلان ،ادبی رجحان،سیاسی خیالات اور اتحاد ویگانگت کے ایک نقطے پر جمع کردیتے ہیں اور یہی نقطۂ اتحاد ان تینوں حضرات میں محبت ، خلوص،بے تکلف دوستانہ مراسم ،ایک دوسرے کے لحاظ وپاس،عزت واحترام،قدرومنزلت،قدر شناسی اور قدر دانی کی بنیاد ہے- زیر نظر مضمون میں ہم انہیں مراسم خلوص ومحبت پر روشنی ڈالیں گے-

استاذ مطلق ریاست الور میں:-استاذ مطلق لکھنؤ سے ۱۲۷۲ ھ / ۱۸۵۶ء کے ابتدائی مہینوں میں ریاست الور تشریف لے آئے، مفتی صاحب نے فوراً ایک نظم کہہ کر علامہ کی خدمت میں روانہ کر دی،نظم کا ایک شعر سن لیں:

رشک تہران وصفاہاں شدہ دلی از من

الور از ذات ہمایونِ تو یوناں باشد

(ترجمہ:میری بدولت دہلی رشک تہران واصفہان بنا ہوا ہے جب کہ آپ کے الورجانے سے الور یونان بن گیا ہے)

حکیم محمود احمد برکاتی صاحب نے اس پر دلچسپ ریمارک دیا ، لکھتے ہیں:

”شرافت المکان بالمکین کی صداقت دیکھیے کہ بر عظیم کے مراکز علمیہ میں الور نامی کسی مقام کا کوئی ذکر نہیں

تھا،مولانا فضل حق وہاں پہنچ گئے تو ان کی ذات ہمایوں نے الور کو یونان بنا دیا-سچ ہے... ع

ہم جہاں بیٹھ کے پی لیں وہیں مے خانہ بنے

اور

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا

آج وہاں الافق المبین،شرح اشارات محاکمات،قاضی مبارک جیسی کتابیں معرض تدریس میں ہیں"-(۸)

الور کے زمانہ قیام میں ہی سیف اللہ المسلول نے اپنے صاحبزا د ے تاج الفحول مولانا عبدا لقادر بدایونی کو استاذ مطلق کی خدمت میں منطق وفلسفہ کی بعض منتہی کتابوں کی تحصیل کے لیے بھیجا،جن دنوں تاج الفحول علامہ کی درسگاہ سے فیضان علمی حاصل کررہے تھے انہی دنوں علامہ اپنے ایک مکتوب(بنام مولانا سلطان حسن خاں صدرالصدور مؤرخہ ۵/ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ) میں لکھتے ہیں:

"اعز از جاں مولوی عبدالقادر شرح اشارات ومحاکمات وشرح قاضی وحاشیہ می خوانند وفہم درست دارند"(۹)

(ترجمہ:عزیز تر ازجاں مولوی عبدالقادر شرح اشارات ، محا کما ت ،شرح قاضی اورحاشیہ پڑھ رہے ہیں اور اچھی سمجھ رکھتے ہیں)

لطیفہ:-حضرت تاج الفحول کے قیام الور کے دوران ایک لطیفہ درپیش آیا جس کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا(یہ روایت ہمارے خاندان میں چلی آرہی ہے اور اس کا تذکرہ ذرا مختلف انداز میں عم محترم مولانا ہادی القادری صاحب نے بھی اپنی کتاب "احوال ومقامات"میں کیا ہے)ہوا یہ کہ ایک رات تاج الفحول کسی کتاب کا مطالعہ کررہے تھے کہ اچانک استاذ مطلق وہاں ٹہلتے ہوئے آگئے،آپ نے شاگرد کو مطالعہ کرتے ہوئے دیکھا تو پوچھا عبدالقادر کون سی کتاب کا مطالعہ کررہے ہو؟شاگرد نے ادب سے جواب دیا کہ "دن میں وقت نہیں ملا تھا اب دلائل الخیرات کا حزب مکمل کررہا ہوں"اس جواب پر استاذ نے فرمایا کہ ایسی کتابیں تو تمہارے والد صاحب اچھی پڑھا سکتے ہیں یہ انہیں سے پڑھ لیا کرو،جب بدایوں آکر اس بات کا تذکرہ اپنے والد ماجد سیف اللہ المسلول سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ "تم نے یہ کیوں نہ

کہہ دیا کہ میرے والد تو وہ کتابیں بھی اچھی پڑھا سکتے ہیں جو آپ پڑھاتے ہیں"۔

اس قسم کے واقعات اکابر کے بے تکلف رشتہ خلوص ومحبت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

بے مرچ کی کھیر:۔اسی قسم کا ایک دلچسپ لطیفہ دہلی میں مفتی آزردہ صاحب کے دولت کدے پرپیش آیا، سیف اللہ المسلول دہلی تشریف لے گئے تو مفتی آزردہ نے آپ کی دعوت کی،دہلی والے مرچ مسالے بہت زیادہ کھاتے ہیں،حضرت اس قسم کے کھانوں کے عادی نہیں تھے،آپ جو بھی چیزاٹھاتے اس میں تیز مرچ ہوتی ،آخر آپ کی نظر کھیر کے پیالے پر پڑی ،حضرت نے بڑی سادگی سے مفتی صاحب کو مخاطب کرکے فرمایاکہ"مفتی صاحب اگر آپ کی یہ کھیر بے مرچ کی ہوتو ذرا اٹھادیں"،اس جملہ پر پوری محفل زعفران زار ہوگئی۔(۱۰)

استاذ مطلق بدایوں میں:۔سیف اللہ المسلول کا خاندان تو ساتویں صدی ہجری کے آغازسے ہی بدایوں میں قیام پذیر تھا، مگر بدایوں کو استاذ مطلق سے بھی ایک گونہ نسبت حاصل ہے ،گو دور ہی کی سہی،"ماہر خیرآباد یات" حکیم محمود احمد برکاتی صاحب لکھتے ہیں:

"ویسے مولانا فضل امام خیرآبادی کا خاندان اصلاً بدایونی ہی تھا،مولانا ضیاء القادری نے تو اگرچہ مولانا فضل امام کے والد محمد ارشد کے لیے لکھا ہے کہ وہ بدایونی تھے اور خیرآباد منتقل ہوگئے تھے،مگر یہ حقیقت نہیں ہے ،بلکہ مولانا فضل امام کے اجداد میں سے ایک بزرگ قاضی عمادالدین بدایوں سے ہرگام منتقل ہوئے تھے،مولانا محمد ارشد ہرگام میں ہی پیدا ہوئے اور وہاں سے خیرآباد منتقل ہوئے تھے،مختصر یہ کہ اصل پر نظر کی جائے تو دونوں (سیف اللہ المسلول اور استاذ مطلق) بدایونی ہیں مگر بات ذرا دور کی ہے"۔(۱۱)

سیف اللہ المسلول سے مراسم محبت ویگانگت استاذ مطلق کو بدایوں کھینچ لائے،ممکن ہے بدایوں کے سفر کے پیچھے اپنے قدیم وطن کو دیکھنے کی خواہش بھی شامل ہو،بہر حال استاذ مطلق بدایوں تشریف لائے اور مدرسہ قادریہ میں

فروکش ہوئے، مولانا ضیاء القادری نے اکمل التاریخ میں لکھا ہے کہ:

"حضرت سیف اللہ المسلول سے آپ (استاذ مطلق)کو نہایت خلوص وعقیدت تھی،ایک زمانے میں بدایوں بھی تشریف لائے تھے ، اکثر اوراد واشغال کی اجازتیں بھی حاصل کی تھیں،مدرسہ قادریہ میں مقیم رہے تھے"-(۱۲)

علم وفضل اور خدمات کا اعتراف:-سیف اللہ المسلول نے اپنی تصانیف میں متعدد مقامات پر استاذ مطلق کے علم وفضل اور خدمات کا اعتراف کیا ہے ،سیف الجبار میں ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"مولوی فضل حق خیرآبادی جزاہ اللہ خیراً کہ علم وفضل میں مولوی اسماعیل وغیرہ کو ان سے کچھ نسبت نہیں،علوم عقلیہ ونقلیہ اپنے والد ماجد سے کہ یگانۂ عصر تھے حاصل کیے ،مولوی اسماعیل کے روبرو ان کا رد و ابطال کیا اور تکفیر کی،نوبت تحریر کی آئی،مسئلہ شفاعت میں مولوی اسماعیل نے حرکت مذبوحی کچھ جواب میں کی ،آخر کو عاجز وساکت ہوگئے اور "تحقیق الفتویٰ فی رد اہل الطغویٰ" کمال شرح وبسط سے مولوی فضل حق صاحب نے لکھا"(۱۳)

اپنی ایک دوسری کتاب فوزالمومنین میں تحریر فرماتے ہیں:

"شفاعت کے بیان میں جو مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا، ان کے روبرو اس کا رد ہوا،مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی جزاہ اللہ خیراً نے تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ کمال شرح وبسط سے لکھا اورمولوی اسماعیل کی تکفیر ثابت کی اور علمائے دین دار کی اس پر مہریں ہوئیں اور کچھ جواب اس کا نہ ہوسکا"-(۱۴)

المعتقد المنتقد میں ایک بحث کے بعد لکھتے ہیں :

"والنظر الی الاختصار منعنا من التفصیل ومن شاء فلیرجع الی افادات الفاضل الکامل الاجل الابجل المولی فضل الحق الخیرآبادی وہو بارض الہنداول من جرح مبتدعات النجدیة ومفاسدہم،وآخر من بیّن شرح فسادعقائدہم فاطمئن قلوب اہل الیقین وحصل الیقین للشاکین والمترددین وہدی اللہ بہ کثیرامن الضالیین ،ولہ منة علی کافة المسلمین واجر جزیل عند رب العالمین"(۱۵)

(ترجمہ:اختصار کے پیش نظر ہم تفصیل سے گریز کرتے ہیں اور جو اس مسئلے میں تفصیل کا خواہش مند ہو وہ فاضل کامل معظم ومحترم مولانا فضل حق خیرآبادی کے افادات کی طرف رجوع کرے،سرزمین ہندپر وہ پہلے شخص ہیں جس نے نجدیوں کی بدعتوں اور مفاسد کا رد کیااور آخری شخص ہیں جس نے ان کے عقائد کا فساد ظاہر کیا،تو اہل یقین کے دل مطمئن ہوئے اور شک وتردد والوں کو یقین کی دولت حاصل ہوگئی اور ان کے سبب اللہ نے بہت سے گمراہوں کو ہدایت دی اور تمام مسلمانوں پر ان کا یہ احسان ہے اور رب العالمین کی بارگاہ میں ان کے لیے بڑا اجر ہے)

کتابوں پر تقریظات:-ان حضرات میں روابط وتعلقات کے استحکام ہی کا نتیجہ ہے کہ ان حضرات نے ایک دوسرے کی کتابوں پر تقریظیں تحریر فرمائیں اور ایک دوسرے کے علم وفضل کا کشادہ قلبی سے اعتراف کیا۔

۱۲۷۲ھ میں مکہ مکرمہ کے ایک عالم کی فرمائش پر سیف اللہ المسلول نے عربی زبان میں علم کلام وعقائد کی معرکہ آرا کتاب المعتقد المنتقدتصنیف فرمائی،اس کتاب پر استاذ مطلق اور صدرالصدوردونوں حضرات نے تقریظیں تحریر فرمائیں،حضرت استاذ مطلق تحریر فرماتے ہیں:

فقد طالعت الرسالة التی صنفہاورصفہامولانا الاودع الاروع الاورع،الفارع المتفرع،الضارع المتضرع،ذوالمناقب الثواقب الجلیلة،والانظار الثواقب الدقیقة،الجامع بین العلوم العقلیة والنقلیة،ومعارف الشریعة والحقیقة،طلاع الثنایا والنجاد،ذائع الصیب فی انجاد الحق وفل قرن طلع من النجد فی الاغوار والانجاد،العریف العرّیف،الشریف الغطریف،الصفی الخفی،الحصی الحفی مولانا المولوی فضل الرسول القادری الحنفی متع اللہ المؤمنین بطول بقائہ وصانہ فی حرزہ ووقائہ(۱۶)

اس کتاب پر مفتی صاحب نے بھی زور دار تقریظ تحریر فرمائی اور پُر زور الفاظ میں المعتقد میں درج عقائد ومسائل کی تائید فرمائی،آپ لکھتے ہیں:

وبعد فانی نظرت فی الرسالة البالغة،والعجالةالنافعة التی الفہا الحبر المدقق،النحریر المحقق،الفاضل الکامل،العالم الفائق،البحر

الخصم،الالمعی اللوذعی،الاحوذی الاصمعی مولانا المولوی فضل الرسول البدایونی القرشی القادری(١٧)

پھر آگے لکھتے ہیں:وجدتہا اجود لفظاً،واحسن معناً،واغر نظماً،وازہر حکماً،وارفع شاناً،وامنع مکاناً،لایدانیہاکتاب قد صنف فی علم الکلام،ولا یساویہارسالۃ قد الفت فی ہٰذالمرام(١٨)

(ترجمہ:میں نے اس رسالے کو لفظ ومعنیٰ کے اعتبار سے عمدہ اور بہترین ،نظم وترتیب کے اعتبار سے چمکتا دمکتااور رفیع الشان پایا،علم کلام میں تصنیف کی جانے والی کوئی کتاب اس کے قریب نظر نہیں آتی اور اس موضوع پر تالیف کیا جانے والا کوئی بھی رسالہ اس کے برابر نہیں ہے)

مفتی صدرالدین آزردہ نے روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے موضوع پر ١٢٦۴ھ میں "منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال ' ' نامی رسالہ تصنیف فرمایاجو اسی سال شائع ہوا،اشاعت اول کے چار سال بعد ١٢٦٨ھ میں پھر یہ رسالہ شرف المطابع دہلی سے دوبارہ شائع ہوا،اس پر استاذ مطلق علامہ خیرآبادی اور مفتی سعد اللہ مرآدابادی نے تقریظیں تحریر فرمائیں- استاذ مطلق اپنے مخصوص اسلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

فقد انتہی الی منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال الذی صنفہ ورصفہ من تشد الیہ الرحال لتحل عقد الاعضال وتساق الیہ عناق......(لفظ نہیں پڑھا جاسکا)لتعرف مایروی من الاحادیث بالاسنادوالارسال وتناخ بجنابہ مطایا النزال لنیل المعارف والعوارف بالتفصیل والاجمال احب الاخلال الرضی الخلال الذکی الزکی الخصال القسمین الیمین والشمال ملاک الکمال الباجل البجال الفاضل الفضال الامثل الاجل عن الامثال فی الفضل والآثال مولانا المولوی محمد صدرالدین خان بہادر لا زال فی بال واقبال-(١٩)

فتاویٰ کی تصدیق:-١٢۴٠ھ میں استاذمطلق نے شاہ اسماعیل دہلوی صاحب کی کتاب تقویۃ الایمان کی بعض عبارتوں کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے اس کے خلاف فتویٔ کفر صادر فرمایا جو "تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ "کے نام سے منظر عام پر آیا،اس فتوے پر دہلی کے مشاہیر علمامولانا

مخصوص اللہ دہلوی،مولانا محمد موسیٰ دہلوی اورمولانا احمد سعید نقش بندی کے علاوہ مفتی صدرالدین آزردہ نے بھی تائیدی دستخط ثبت فرمائے-

۱۲۶۸ھ میں ہندستان کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر نے بعض اختلافی مسائل کے تصفیہ کے لیے سیف اللہ المسلول کی بارگاہ میں استفتا کیا،آپ نے تمام سوالات کا تحقیقی جواب تحریر کیا ،جو اسی سال مطبع مفید الخلائق دہلی سے شائع ہوا،اس فتوے پر ۱۷/ علمائے دہلی نے تائیدی دستخط فرمائے جن میں سب سے پہلے دستخط مفتی صدرالدین آزردہ نے ثبت کیے اور حضرت کے اس فتوے کی تائید فرمائی-

۱۲۶۹ھ میں مولانا حیدر علی ٹونکی کے خلاف استاذ مطلق نے ایک فتویٰ صادر فرمایا،اس پر بھی دیگر مشاہیر کے ساتھ مفتی آزردہ کے تائیدی دستخط موجود ہیں،اس فتوے کی باقی تفصیلات آگے آرہی ہیں-

حق کا دفاع:-ان تینوں حضرات کے باہمی تعلقات محبت والفت محض اللہ ورسول اور دین کی خاطر تھے،اس لیے اگر کسی پر کوئی حملہ ہوتا تو اس کو "حق"پر حملہ سمجھتے ہوئے یہ ایک دوسرے کا علمی دفاع کرتے تھے، استاذ مطلق کے مذکورہ فتوے کے رد میں مولانا حیدر علی ٹونکی نے ایک کتاب کلام الفاضل الکبیر علیٰ اہل التکفیرقلم بند کی ،تواس کے جواب میں سیف اللہ المسلول نے قلم اٹھالیا اور فارسی زبان میں ایک رسالہ "تبکیت النجدی"تحریر فرماکر مولانا حیدر علی ٹونکی کے اعتراضات کا تحقیقی جواب دیتے ہوئے استاذ مطلق کا دفاع کیا-

اسی طرح مفتی صاحب کے رسالے منتہی المقال پر کسی صاحب نے سات سوالات قائم کیے،ان سوالات کے جواب میں سیف اللہ المسلول نے ایک تحقیقی رسالہ قلم بند فرمایاجس کا تاریخی نام "اکمال فی بحث شدالرحال" قرار پایا،یہ رسالہ فارسی میں ہے اور پہلی بار مطبع الٰہی سے ۱۲۶۶ھ میں طبع ہوا،اس رسالے میں حضرت نے مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی صاحب پر کیے جانے والے اعتراضات کا تحقیقی جواب دیا ہے-

ایک مضحکہ خیز روایت:-بات سیف اللہ المسلول اور استاذ مطلق کے تعلقات وروابط کی چل رہی ہے تواسی ضمن میں

ایک غلط فہمی یا غلط بیانی کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے-کچھ عرصہ پہلے پاکستان سے چھپی ہوئی ایک کتاب نظر سے گزری تھی(۲۰)اس میں مصنف نے ایک بڑی مضحکہ خیز روایت لکھی تھی،فرماتے ہیں کہ علامہ فضل حق خیرآبادی انڈمان جانے سے پہلے شاہ اسماعیل دہلوی کے خلاف دیے گئے اپنے فتوے پر بڑے نادم تھے اور شاہ اسماعیل دہلوی کے علم وفضل اور تقویٰ وللہیت کے ذکر کے ساتھ اپنے فتویٰ کفر پر پشیمانی کا اظہار کررہے تھے،جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے شاہ صاحب کے خلاف فتویٰ کیوں دیا تو علامہ نے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ میں تو شاہ اسماعیل دہلوی کا رد لکھنا نہیں چاہتا تھا مگر مجھے مولوی فضل رسول بدایونی نے بہکا دیا تھا-(مفہوم عبارت)

اولاً تو یہ بے پَر کی روایت بے حوالہ وسند لکھی گئی ہے اور اگر اس کا کوئی حوالہ ہو تب بھی معاصر شہادتوں ، تاریخی قرائن اور درایت کی روشنی میں اس روایت کوناقابل قبول قرار دینے کے بہت سے دلائل موجود ہیں -علامہ فضل حق خیرآبادی کسی ایسی شخصیت کا نام نہیں ہے جو کسی کے بہکاوے میں آکر کسی کے خلاف فتویٰ دے ڈالے اور پھر فتویٰ بھی کسی فرعی معاملہ میں نہیں بلکہ ایسے معاملے میں جس کا تعلق کفرواسلام سے ہو،جس میں انتہائی احتیاط اور تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے ،دوسری بات یہ کہ یہ فتویٰ ۱۲۴۰ھ میں صادر کیا گیا تھایہ وہ وقت تھاجب سیف اللہ المسلول علم طب کی تحصیل کرکے آئے تھے اور درس وتدریس میں مشغول تھے،شاہ اسماعیل دہلوی کے رد وابطال کی طرف تو آپ ۱۲۶۰ھ کے بعد متوجہ ہوئے،اس وقت تک استاذ مطلق تحقیق الفتویٰ اور رسالہ امتناع نظیر لکھ چکے تھے-

نواب صدیق حسن خاں کی ایک روایت:-خیر یہ تو ایک غیر معروف مصنف کی بے حوالہ بات تھی مگر حیرت تو جب ہوتی ہے کہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی جیسے "ثقہ"مصنفین بھی "می پرانند"کا شکار ہوجائیں،نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے کچھ عرصہ مفتی صدرالدین آزردہ سے بھی تحصیل علم کی تھی،اپنے استاذ اور علامہ فضل حق کے درمیان تعلقات پرروشنی ڈالتے ہوئے نواب صاحب ابجد العلوم میں لکھتے ہیں:

وکان بینہ وبین استاذی العلامۃ محمد صدرالدین خان الدہلوی صدر الصدور بہا مودۃ اکیدۃ ومحبۃ شدیدۃ لانہما کانا شریکین فی الاشتغال علی استاذ واحد وعلی ابیہ الفاضل فضل امام ومع ذلک یسخط استاذی علیہ فی بعض امور منہا ردہ علی الشیخ الحافظ الواعظ المحدث الاصولی الحاج الغازی الشہید محمد اسماعیل الدہلوی ویقول لا ارضی منک ذلک ولیس ہذابعشک (۲۱)

(ترجمہ:علامہ فضل حق اور میرے استاذ علامہ محمد صدرالدین خاں آزردہ صدرالصدورکے درمیان بڑی دوستی اور محبت تھی،کیوں کہ وہ دونوں ایک ہی استاذ کی درسگاہ کے فیض یافتہ تھے اور پھر علامہ فضل حق کے والد علامہ فضل امام خیرآبادی کے بھی دونوں شاگرد تھے،لیکن اس (استاذ بھائی ہونے)کے باوجود میرے استاذ بعض معاملات میں ان سے ناراض رہتے تھے،ان میں ایک معاملہ یہ تھا کہ انہوں (علامہ فضل حق)نے شیخ حافظ محدث اصولی حاجی غازی شہید محمد اسماعیل دہلوی کا رد کیا تھا،(مفتی صاحب علامہ خیرآبادی سے)کہا کرتے تھے کہ میں اس معاملہ میں تم سے خوش نہیں ہوں اور یہ تمہیں زیب نہیں دیتا)

نواب صاحب کی اس عبارت پر حکیم محمود احمد برکاتی صاحب نے بڑا عمدہ نوٹ لگایا ہے، پہلے اسے دیکھ لیں پھر ہم کچھ عرض کریں گے ، حکیم صاحب فرماتے ہیں:

”ایک دوست کا دوسرے دوست کو ٹوکنا تو کوئی نئی بات نہیں ہے،لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی کہ مولانا آزردہ تو مولانا فضل حق کو اس بات پر برا بھلا کہیں کہ انہوں نے شاہ اسماعیل کا رد کیا تھا جب کہ (۱)خود وہ شاہ اسماعیل کے خیالات سے متفق نہیں تھے اور بقول مولانا فضل رسول انہوں نے شاہ صاحب کو سمجھاکر اس سے باز رکھنا چاہا تھا۔

(۲)مولانا آزردہ تعین یوم میلاد کے قائل تھے۔

(۳)مولانا قیام فی المیلاد کو بھی مستحسن جانتے تھے۔

(۴)منتہی المقال میں بھی وہ وہابی نقطۂ نظر کے خلاف گئے ہیں اور جوش وخروش کے ساتھ وہابیہ کا رد کیا ہے۔

(۵)امتناع نظیر کے باب میں بھی ان کا ایک قلمی رسالہ میرے کتب خانہ میں ہے،وہ اس میں بھی شاہ صاحب سے کلیتاً متفق نہیں تھے۔

ان حقائق کی موجودگی میں مَیں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ نواب صاحب کا اپنے استاذ پر افترا ہے کہ وہ مولانا فضل حق سے اس لیے ناراض تھے کہ انہوں نے شاہ صاحب کا رد کیا تھااور مولانا فضل حق کے سلسلے میں لوگوں کو بد گمان کرنے کی ناکام کوشش ہے"۔(۲۲)

حکیم صاحب کے مذکورہ دلائل کے علاوہ یہاں چند قابل ذکر پہلو اوربھی ہیں جن کی روشنی میں نواب صاحب کی یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی،پہلی بات تو یہ کہ جب ۱۲۴۰ھ میں علامہ خیرآبادی نے شاہ اسماعیل دہلوی کے خلاف فتویٰ دیا تو اس پر مفتی صاحب نے تائیدی دستخط فرمائے، یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ مفتی صاحب علامہ خیرآبادی کے جس "جرم "پر ان سے ناراض ہوں خود اسی جرم میں ان کے شریک بھی ہوں؟ دوسرے یہ کہ اس فتوے کے ۲۹سال بعد۱۲۶۹ھ میں جب علامہ خیرآبادی نے شاہ اسماعیل دہلوی صاحب کے ایک حامی مولانا حیدرعلی ٹونکی کے خلاف فتویٰ دیا جس میں شاہ صاحب کے امکان نظیر اور امکان کذب کے موقف کا زبردست رد تھا اس پر بھی مفتی صاحب نے تصدیق فرمائی،یہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ ۱۲۶۹ھ/ ۱۲۷۰ھ ہی وہ زمانہ ہے جب نواب صاحب دہلی میں مفتی آزردہ صاحب سے تحصیل علم کررہے تھے۔(۲۳)

تیسرے یہ کہ پھر۱۲۷۲ھ میں (یعنی علامہ خیرآبادی کی وفات سے صرف ۶/سال قبل) مولانا فضل رسول بدایونی نے المعتقد المنتقد لکھی جس میں جگہ جگہ نام لے کر شاہ اسماعیل دہلوی صاحب کا رد کیااس پر مفتی صاحب نے زوردار الفاظ میں تقریظ قلم بند فرمائی اور یہاں تک لکھ گئے کہ "علم کلام میں لکھی جانے والی کوئی کتاب اس کتاب کے برابر نہیں ہے"(۲۴)،سوال یہ ہے کہ اگر تحقیق الفتویٰ لکھ کر علامہ خیرآبادی نے کوئی جرم کیا تھاتو پھر اس سے بڑا جرم تو مولانا فضل رسول بدایونی کا تھا جنہوں نے شاہ اسماعیل دہلوی کے رد میں ایک نہیں بلکہ ۶/کتابیں تصنیف فرمائیں:۱-سیف الجبار،۲-البوارق المحمدیہ، ۳-

فوز المؤمنین،۴-احقاق حق،۵-فصل الخطاب،اور۶-المعتقد المنتقد-مفتی صاحب کو علامہ سے زیادہ تو سیف اللہ المسلول سے ناراض ہونا چاہیے تھا،اس کے برخلاف مفتی صاحب ان کو ان القاب وخطابات سے یاد فرمارہے ہیں:

الحبر المدقق،النحریر المحقق،الفاضل الکامل،العالم الفائق،البحر الخضم،الالمعی اللوذعی،الاحوذی الاصمعی مولانا المولوی فضل الرسول البدایونی القرشی القادری(۲۵)

ان تمام داخلی اور خارجی قرائن وشواہد کی روشنی میں پورے یقین سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ نواب صاحب کی مذکورہ بات "پیراں نمی پرند مریداں می پرانند "کی قبیل سے ہے-

سلسلہ مراسلت:-ان تینوں حضرات میں علمی سلسلہ مراسلت کا بھی پتہ چلتا ہے،جو ان حضرات کے باہم گہرے ربط وتعلق کی دلیل ہے ، ہمارے علم میں ان حضرات کے مکاتیب کے دو مجموعے ہیں ، یہاں ہم ان کا مختصر تعارف کروائیں گے-یہاں اس بات کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ ہمارے ناقص مطالعے کی حد تک مکاتیب کے ان دونوں مجموعوں کا ذکر غالباً علمی دنیا میں ایک انکشاف کی حیثیت رکھتا ہے،کیوں کہ اب تک اس کم ترین راقم الحروف کی محدود نظر سے ان حضرات کے جتنے تذکرے اور سوانح گزری ہیں کسی میں مکاتیب کے ان دونوں مجموعوں کی طرف اشارہ نہیں ہے-

استاذ مطلق نے عقول مجردہ میں لزوم اعتباریہ یا غیر اعتباریہ کے سلسلہ میں ایک علمی سوال قائم کیا اور اس کے حل کے لیے اپنے بعض بے تکلف احباب کو دعوت دی،مفتی صاحب نے اس کا جواب قلم بند کیا ،استاذ مطلق نے مفتی صاحب کا جواب الجواب لکھ کر ارسال کیا اور ان تینوں خطوط کی ایک نقل سیف اللہ المسلول کو ارسال فرمادی،اس پر حضرت نے بدایوں سے جواب مرحمت فرمایا،آپ نے مفتی صاحب کے موقف کی تائید کی اور استاذ مطلق کے جواب الجواب پر بعض ایرادت پیش کیے،اس طرح یہ سلسلہ چلا اور آپس میں متعدد خطوط کا تبادلہ ہوا،یہ تمام خطوط فارسی میں ہیں اور رضا لائبریری رامپور کے شعبۂ مخطوطات میں"رویۃ الشمالب والغرائب فی انشاء المکاتب"کے نام سے

ایک مجموعے میں محفوظ ہیں،آج سے ۱۲/۱۳سال پہلے جب مجھے معقولات سے بہت زیادہ شغف اور دلچسپی تھی تب میں نے رضا لائبریری میں دن بھر بیٹھ کر ان مکتوبات کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور لطف اٹھایا تھا،ان کی بہت سی تفصیلات میں نے ڈائری میں نوٹ کی تھیں،فی الحال وہ ڈائری پیش نظر نہیں ہے کہیں کتابوں میں دب گئی ہے اس لیے اس پر زیادہ کچھ نہیں لکھا جاسکتا،اس مجموعے کا نام بھی میں نے حافظے کی مدد سے لکھاہے جس میں مجھے تأمل ہے- عم محترم مولانا ہادی القادری صاحب نے بھی اس سلسلہ مکاتبت کی طرف اشارہ کیا ہے ،لکھتے ہیں:

"حضرت معین الحق (سیف اللہ المسلول)قدس سرہ اور استاذ مطلق علامہ فضل حق خیرآبادی میں کوئی مباحثہ ہورہا تھا،استاذ مطلق خط لکھتے ،حضرت معین الحق خط سنتے اور جواب لکھاتے،چونکہ آخری زمانے میں آنکھ ضائع ہوگئی تھی،اس لیے ہر وقت ہر کام کے لیے عبدالقادر(تاج الفحول)کو ہی پکارا جاتااور یہ فوراً خدمت بجا لاتے،مگر جب استاذ مطلق کا خط ملتا تو پوچھتے یہاں عبدالقادر تو نہیں ہیں؟خط سنتے وقت اور جواب لکھاتے وقت ان کو اس جگہ سے دور رکھتے کہ انہیں بہرحال اپنے استاذ کا ادب کرنا چاہیے،اب یہ تصورات خواب وخیال ہوگئے"-(۲۶)

دوسرے سلسلہ مکاتیب کا پس منظرسمجھنے کے لیے ذرا تفصیل میں جاناہو گا،استاذ مطلق کی کتاب تحقیق الفتویٰ کے منظر عام پرآنے کے تقریباً ۲۵/ سال بعد مولانا حیدر علی ٹونکی نے اس کا جواب لکھا،اس میں انہوں نے امکان کذب باری کے مسئلے پر نہ صرف یہ کہ شاہ اسماعیل دہلوی صاحب کے موقف کی حمایت کی بلکہ اس کا دفاع کرتے ہوئے اپنی طرف سے بہت سے عجوبۂ روزگار دلائل شامل کردیے،ان کے اس رسالے کی بعض عبارتوں کی روشنی میں کسی صاحب نے ۱۵/سوالات قائم کرکے استاذ مطلق کی خدمت میں استفتا کیا، علامہ نے اس کا تحقیقی جواب دیا جو مطبع ہدایہ دہلی سے ۱۲۶۹ھ میں شائع ہوا،اس پر مفتی آزردہ سمیت دہلی،رامپوراورمرآدباد وغیرہ کے ۳۰/سے زائد علما نے تائیدی دستخط کیے،اس فتوے کا ایک نادر قلمی نسخہ استاذ مطلق کی مہر کے ساتھ کتب خانۂ قادری بدایوں میں محفوظ ہے-اس فتوے میں چھٹے سوال کے جواب میں استاذ

مطلق نے جو بات لکھی تھی اس پر مفتی صاحب کو تأمل ہوا،یہی تأمل اس سلسلہ مکاتبت کی وجہ بنا جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں،اس سلسلہ مکاتبت کی ایک نقل کتب خانہ قادری بدایوں میں محفوظ ہے جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے -یہ کل ۷/ خطوط ہیں،متوسط سائز پر ایک صفحے میں ۲۰/سطریں ہیں-مکتوبات کی تفصیل درج ذیل ہے-

(۱)مکتوب مفتی آزردہ بنام استاذ مطلق-(تقریباً ایک صفحہ)

(۲)مکتوب استاذ مطلق بنام مفتی آزردہ-(تقریباً ساڑھے چھ صفحا ت)

(۳)مکتوب سیف اللہ المسلول بنام استاذ مطلق-(ساڑھے پانچ صفحا ت)

(۴)مکتوب مفتی آزردہ بنام سیف اللہ المسلول-(آدھا صفحہ)

(۵)مکتوب مفتی آزردہ بنام استاذ مطلق-(تین صفحات)

(۶)مکتوب استاذ مطلق بنام مفتی آزردہ-(ڈیڑھ صفحہ)

(۷)مکتوب استاذ مطلق بنام مفتی آزردہ-(دو صفحات)

ان مکتوبات کی علمی وفنی اہمیت ووقعت اپنی جگہ مگر یہ اس زاویہ سے بھی قابل توجہ ہیں کہ اکابرعلما میں باہم کتنا احترام ولحاظ ہوا کرتا تھا،ان خطوط میں جن الفاظ میں اور جس اسلوب میں ان حضرات نے ایک دوسرے کو مخاطب کیا ہے وہ آج ہمارے لیے ایک عمدہ مثال ہے-

مفتی صاحب استاذ مطلق کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے پہلے مکتوب میں فرماتے ہیں:

”اجوبۂ سوالات پانزدہ گانہ کہ در رمضان رسیدہ در ماہ شوال بامعان نظر دیدم جملہ جواب ہا نہایت برجستہ وپسندیدہ وبدلائل عقلیہ ونقلیہ بہ نیکو ترین بیانہا مدلل ومبرہن است،مگر در بعضے جا بقصور ادراک وفہم خود یک گونہ تردد دارم“ -

(ترجمہ:ان پندرہ سوالات کے جوابات رمضان میں پہنچ گئے تھے،ماہ شوال میں غور سے ملاحظہ کیے،جوابات نہایت برجستہ اور پسندیدہ ہیں اور عقلی ونقلی دلائل سے بہترین طریقے پر مزین ہیں،مگر بعض مقامات پر مجھے اپنی فہم ناقص کی وجہ سے تأمل ہے)

پھر آپ نے اپنے اس تردد کا ذکر کیا ہے،اس کے جواب میں استاذ مطلق اپنے خط کا آغاز ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"بجناب مولوی صاحب والا مناقب مخدوم ومکرم ،مطاع معظم ، ملاذ عقیدت کیشاں،...خیر اندیشاں،دامت عنایاتہم بعد تسلیم وتمنا ئے نیاز گزارش میکردکہ عنایت نامہ نوازش...بست وچہارم شوال فیض ورود بخشیدہ منت بر جاں گزاشت"۔

(ترجمہ:بجناب مولوی صاحب والا مناقب مخدوم ومکرم ،مطاع معظم عقیدت مندوں کی جائے پناہ.........دامت عنایاتہم،سلام اور تمنائے ملاقات کے بعد عرض ہے کہ عنایت نامہ نے ۲۴/شوال کوتشریف لاکر میری جان پر احسان کیا)

خط کا اختتام ان الفاظ میں ہوتا ہے "عریضہ نیاز محمد فضل حق ختم اللہ لہ بالحسنیٰ غرہ ذی قعدہ ۱۲۶۹ھ"

اس کے بعد استاذ مطلق نے مفتی صاحب کے خط کی ایک نقل سیف اللہ المسلول کے پاس ارسال کردی اور ان سے رائے طلب کی،سیف اللہ المسلول استاذ مطلق کے نام خط کا آغاز ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

"جناب افادت مآب افاضت ......مسندالوقت امام العصر رئیس الزماں حجۃ اللہ الاستاذالمطلق مولانا وبالفضل اولانا حضرت مولوی فضل حق دام دوامہم پس از گزارش آنچہ بائد وشائد عرض ایں است کہ جواب استفتا ئیکہ خادمے از خدام بحضور آں قدوۃ الانام گزرانیدہ وملازمان والا آں را پیش گاہ یکے از احباب عالی جناب خود بدولت کہ نام نامی آں جناب گرامی معلوم شد ارسال فرمودند ،وتحریر آں نحریر کہ بحضور ملازماں رسیدہ ایں ہیچ مداں را مرحمت کردیدہ ،وآں ایں نست"۔

(ترجمہ:جناب افادت مآب مسندالوقت امام العصر رئیس الزماں حجۃ اللہ الاستاذالمطلق مولانا وبالفضل اولانا حضرت مولوی فضل حق دام دوامہم عرض یہ ہے کہ اس استفتا کا جواب جوآپ قدوۃ الانام کی بارگاہ میں کسی خادم نے پیش کیا تھااور آپ نے وہ جواب اپنے احباب عالی جناب میں سے ایک صاحب (مفتی آزردہ)جن کا نام نامی معلوم ہے کو ارسال فرمادیا تھااور پھر (اس کے جواب میں)ان محترم کی جو

تحریر آپ کے پاس آئی وہ آپ نے اِس کم علم کو مرحمت فرمادی وہ تحریر یہ تھی.......)

پھر مفتی صاحب کے خط سے ایک عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ایں بے بضاعت فاقداللیاقت کہ بزیارت آں کتب سعادت گردیدہ ہرچند فقرہ آخریں یعنی "در ضال ومضل بودن صاحب ایں اقوال شک نیست" موجب تسکین مجیب وجملہ ناظرین گردیدہ،جزاہ اللہ خیراً فاما تقریر تردد وتامل حضرت نحریر کہ درآں تحریرست فقیر را ہم .....متردد ومتامل نمودہ آخراً بعد فکر بسیار رفع تردد حقیرشد،بوجوہیکہ ....عرض کردنش بوالا خدمت فیض موہبت وہم بواسطہ ملازمان سامی بجناب حضرت نحریر صاحب تحریر مناسب نمود لا جدلاً حاشا وکلا بل استصلاحاً واستصواباً وکفی باللہ شہیداً"۔

(ترجمہ:یہ بے بضاعت اور بے لیاقت ان کتب کی زیارت سے مشرف ہوا ہے،ہر چند کہ (مفتی صاحب کے خط کا)آخری جملہ کہ"ان اقوال کے قائل کے گمراہ وگمراہ گر ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے"حضرت مجیب اور جملہ ناظرین کے لیے تسکین کا باعث ہے،اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے،رہا یہ کہ حضرت علامہ نے جو تردد وتامل ظاہر کیا ہے تو فقیر بھی اس معاملہ میں تردد اور تامل کا شکار تھا،آخر کار غور وفکر کے بعد فقیر کا تردد دور ہوگیا،ان دلائل کی بنیاد پر جو خدمت والا میں عرض کیے تھے اور آپ کے توسط سے حضرت علامہ(مفتی صاحب)کی خدمت میں پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے،حاشا وکلا جدال کے لیے نہیں بلکہ اصلاح ودرستگی کی طلب میں اور اللہ اس (نیت)پر گواہ ہے) یہ خط وکتابت ۱۲۶۹ھ کے اواخر میں ہوئی ہے،قیاس یہ کہتا ہے کہ اس خط وکتابت کے بعد مفتی صاحب کا تردد رفع ہوگیا ہوگا،کیوں کہ ہمارے سامنے اس فتوے کی جو مطبوعہ کاپی ہے اس پر دیگر علما کے علاوہ مفتی صاحب کے بھی دستخط ثبت ہیں۔

آپ نے دیکھا کہ آپس میں علمی تنقیدیں بھی ہورہی ہیں،ایک دوسرے پر رد بھی کیا جارہا ہے،اختلاف رائے بھی ہورہا ہے مگر تحریر کی ایک ایک سطر سے نیاز مندی ،عزت واحترام

اور ایک دوسرے کی قدر شناسی کا نو رپھوٹ رہا ہے،دراصل علمائے ربانیین کا یہی وطیرہ اور یہی شان ہوا کرتی ہے-انہیں نعمتوں سے آج ہم محروم ہوگئے،جس کے نتیجے میں خالص علمی اختلاف رائے بھی ذاتی مخالفت کی شکل اختیار کرجاتا ہے ،ان تینوں حضرات کے باہم روابط وتعلقات اور مراسم خلوص ومحبت آج ہمارے لیے مشعل راہ ہیں-

مراجع : (۱)آثار الصنادید:مرتبہ خلیق انجم ج۲/ص۸۸،قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی۲۰۰۳ء(۲)حیات سید احمد شہیدص۳۰۴،بحوالہ باغی ہندوستان:عبدالشاہد خاں شیروانی ،ص۱۹۷،المجمع الاسلامی مبارک پور ۱۹۸۵ء(۳)آثار الصنادید:مرتبہ خلیق انجم ج۲/ص۵۵تا ۷۳،قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی۲۰۰۳ء(۴)مکتوب علامہ فضل حق خیرآبادی بنام مفتی آزردہ مؤرخہ غرہ ذی قعدہ ۱۲۶۹ھ،محفوظ کتب خانہ قادری بدایوں(۵)یادگار غالب:حالی ،ص۲۰۱(۶)آب حیات:ص ۵۱۲،بحوالہ باغی ہندوستان:عبدالشاہد خاں شیر و ا نی ، ص۱۵۸،المجمع الاسلامی مبارک پور ۱۹۸۵ء(۷)مولود منظوم مع انتخاب نعت ومناقب:مولانا فضل رسول بدایو نی ، مرتبہ اسید الحق قادری،ص۵،تاج الفحول اکیڈمی بدایوں ۲۰۰۹ ء(۸)مضمون"علماے خیرآباد وبدایوں کے روابط" مشمولہ تاج الفحول نمبر ماہنامہ مظہر حق بدایوں ج۱/شمارہ۸،ص۴۳۱،مطبوعہ ۱۹۹۹ء(۹)باغی ہندوستان:عبدالشاہد خاں شیروانی ،ص۲۴۶،المجمع الاسلامی مبارک پور ۱۹۸۵ء(۱۰)احوال ومقامات:عبدالہادی قادری، ص ۸۰،مطبوعہ حیدر آباد ۱۹۹۲ ء(۱۱)مضمون"علماے خیرآباد وبدایوں کے روابط" مشمولہ تاج الفحول نمبر ماہنامہ مظہر حق بدایوں ج۱/شمارہ۸،ص۴۳۰،مطبوعہ ۱۹۹۹ء(۱۲)اکمل التاریخ: ج۱/ص۸۹،مطبع قادری بدایوں ۱۳۳۳ھ(۱۳)سیف الجبار ص۴۸،مطبع صبح صادق سیتاپور۱۲۹۲ھ(۱۴)فوز المؤمنین بشفاعۃ الشافعین ص۳۰،مطبع مفید الخلائق دہلی ۱۲۶۸ھ(۱۵)المعتقد المنتقدص۱۱۲،مطبع اہل سنت پٹنہ ۱۳۲۱ھ(۱۶)مرجع سابق: ص۳(۱۷)مرجع سابق: ص۴(۱۸)مرجع سابق: ص ۴/۵(۱۹)منتہی المقال :ص۴۱/۴۲، شرف المطابع دہلی

۱۲۶۸ھ(۲۰)یہ کتاب میں نے قاہرہ میں ایک پاکستانی دوست کے پاس دیکھی تھی،فی الحال نہ کتاب سامنے ہے اور نہ ہی مصنف کا نام یاد آرہا ہے(۲۱)ابجد العلوم :بحوالہ نزہۃ الخواطر :ازسید عبدالحی لکھنوی ، ج ۷ / ص۴۱۳،مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۹۲ء(۲۲)فضل حق خیرآبادی اور سن ستاون:حکیم محمود احمد برکاتی، ص ۱۰۸ / ۱۰۹،برکات اکیڈمی کراچی۱۹۸۷ء(۲۳)نواب صدیق حسن خاں:از ڈاکٹر رضیہ حامد،ص ۷۵/۷۶،باب العلم پبلی کیشنز دہلی طبع دوم ۱۹۹۸ء(۲۴)المعتقد المنتقد ص۴/مطبع اہل سنت پٹنہ ۱۳۲۱ھ(۲۵)مرجع سابق(۲۶)احوال ومقامات:عبدالہادی قادری،ص۹۹/۱۰۰،مطبوعہ حیدرآباددکن ۱۹۹۲ء